چاند گُنگنا دیا

حیاء بُخاری

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

چاندنی چاند کی ستاروں کی
خوشبو پھولوں کی رُت بہاروں کی
عید کا چند جب نکلتا ہے
یاد آتی ہے اپنے پیاروں کی

"چٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والیے
منڈا عاشق تیرے تے"

ڈھولک کی تھاپ پر اور کھنکتی چوڑیوں کے شور میں تاباں کی نرم سی آواز فضا میں سر بکھیر رہی تھی۔ کچے آنگن میں سب لڑکیاں اور عورتیں چارپائیوں پر بیٹھی تالیاں بجا رہی تھیں اور کچھ شوخ و چنچل لڑکیاں گانے پر ایک ساتھ ناچ رہی تھی۔ دو گھروں کی درمیانی دیوار میں چھوٹی سی کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی ملالہ بے حد اداسی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"اے......" تیز آواز پر وہ بُری طرح چونکی۔ "کیا ہوا؟ شادی میں کیوں نہیں جارہی ہو؟ یہاں کیوں کھڑی ہو؟ لڑائی ہوئی ہے کسی سے یا پھر اماں نے تو نہیں ڈانٹا‘ کیا بات ہے؟" سوالوں کی اچانک بوچھاڑ نے اس کا سر چکرا کے رکھ دیا تھا۔

"بتاؤ نا......" وہ بالکل اس کے سامنے دیوار سے پشت

ٹکا کر ٹھہر گیا۔

"تمہیں کیا سی آئی ڈی میں نوکری مل گئی ہے؟" وہ تڑخی۔

"ہیں! کس نے کہا لو بھلا مجھے نوکری ملی ہوتی تو یہ بات سب سے پہلے میں تمہیں بتاتا' تم جانتی ہو۔" وہ سمجھا شاید وہ اس سے ناراض ہے' اس کی جان نکل گئی۔

"ایسے سوال پر سوال کرو گے تو ہر سننے والا یہی سمجھے گا کہ نئی نئی پریکٹس ہے' تبھی عادت ہوگئی ہے تمہیں۔" وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"اوہ......! میں تو سمجھا تم مجھ سے ہی ناراض ہو' ویسے ہوا کیا ہے؟" خود کو مطمئن کرتا اس نے دوبارہ سوال کیا اس دفعہ ملالہ نے خاموشی سے دایاں پیر اس کے سامنے کر دیا۔

"کیا......؟" وہ ناسمجھی سے اس کا پیر دیکھنے لگا۔

"جوتی ٹوٹ گئی ہے میری۔" وہ تلخ ہوئی۔

"تو......؟" وہ اب بھی جیسے اس کی مشکل نہ سمجھا تھا۔

"تو کیا...... اب جوتی ٹوٹ گئی تو شادی میں کیسے جاؤں؟" وہ رونے کو تھی۔

"تو خالہ صغراں کی کوئی جوتی لے لو۔" اس نے صحن کے بیچوں بیچ چارپائی پر لیٹی خراٹے بھرتی خالہ صغراں کی طرف اشارہ کیا۔

"اتنے پیارے ڈریس کے ساتھ میں خالہ صغراں کے بھدے چپل پہن کر جاؤں گی۔" اس وقت واقعی ملالہ کا دل کر رہا تھا کہ کچھ اٹھا کر اسے دے مارے۔

"تو خالہ ساجدہ سے لے لو۔" اب کی بار اس نے کھڑکی کے اس پار اشارہ کیا۔

"ان کا ایک ہی بیٹا ہے جس کی شادی ہے' اب اکلوتے بیٹے کی بری سے کچھ اٹھا کر تو وہ مجھے دینے سے رہیں۔" اس کے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا تھا۔

"اوہ تو اس لیے اب تم وہاں سے یہاں شفٹ ہو چکی ہو اور باقی تماشہ تم نے یہیں سے دیکھ کر دل ٹھنڈا کرنا ہے اپنا۔" وہ شریر ہوا۔

"ہاں۔" اس نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"اور ویسے تم یہاں کیا کر رہے ہو' چوری چھپے اس کھڑکی سے لڑکیاں تاڑنے آئے تھے کیا؟" اینٹ کا جواب ڈنڈے سے آیا تھا۔

"توبہ کرو لڑکی! وہ سب میری مائیں بہنیں ہیں۔" اس نے فوراً کان چھوئے۔

"ہر مرد خود کو شریف ظاہر کرنے کے لیے ایسے ہی کہتا ہے مگر دل سے......" وہ طنزاً بولی۔

"میں وہ ہر مرد نہیں ہوں' میں عتارب ہوں۔" وہ مسکرایا۔ چودھویں کا چاند بھی جیسے اس کے ساتھ مسکرا دیا' ملالہ ساری باتیں بھول گئی۔

"میں ویسے خالہ صغراں کا حال چال معلوم کرنے روز آتا ہوں' آج دیر ہوگئی۔ تب ہی شاید خالہ بنا دروازہ بند کیے میری راہ تکتے سو گئیں۔" اس کی آواز میں دکھ اُمڈ آیا۔

"میں تو جانے ہی لگا تھا کہ تم پر نظر پڑ گئی اور دیکھو اس قدر رات میں بھی میں تمہیں فوراً پہچان گیا۔"

جی' چاند ماموں کی وجہ سے۔" وہ اس کی چاہتوں کی منکر ہوئی۔

"اچھا یہ جوتے مجھے اتار کر دے دو۔" اس نے ملالہ کے پیر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں' میں آج رات یہیں خالہ کے پاس ہی رک جاؤں گی۔" اس نے پیر کھینچ لیا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ملالہ نے حیرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی اسے یقین تھا وہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔

"مجھے تو بہت سخت نیند آرہی ہے' رب دے حوالے۔" لمبی سی جماہی لے کر وہ ہاتھ ہلاتا دروازے سے باہر نکل گیا۔

"اے بی سی ڈی ای ایف جی ایچ......" وہ تیزی سے بڑبڑائی۔ "انگریزی میں ہر غلط نام تیرے نام۔" اپنے تئیں اس نے دل کی پوری بھڑاس نکال لی تھی اور یہ اس کی بچپن کی عادت تھی جس پر بھی غصہ آتا اسے انگلش کے تمام حروف تہجی سنا کر ہر حرف سے بنتی کوئی بھی گالی اسے نواز

دیتی جس کا آج تک خود اسے بھی پتا نہ تھا کہ گالی بنتی بھی تھی کہ نہیں مگر اپنے تئیں وہ بہت پیارے پیارے القابات سوچ بھی لیتی تھی۔ آنکھیں دوبارہ کھڑکی کے اس پار جمی تھیں جہاں لڑکیاں شرارتوں میں مصروف تھیں۔

"اس تاباں منحوس کو دیکھو جیسے میرا کوئی ہے نہیں۔" وہ تڑپی تب ہی کسی نے اس کے دائیں کندھے کو چھوا تھا' وہ کرنٹ کھا کر اچھلی۔

"عتارب تم......" اس کی جان ڈر کے مارے نکلنے کو تھی۔

"یہ لو تاباں کے سب سے نفیس سینڈل اٹھا کر لے آیا ہوں تمہارے لیے۔ اب پہنو اور جاؤ' مزے کرو۔" اس نے نفیس سی گلابی سینڈل اس کی جانب بڑھائے' لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔ ملالہ نے نظریں جھکاتے ہوئے سینڈل تھام لیے اور کھڑکی کی چوکھٹ پر جم کر پہننے لگی۔

"ویسے آج مجھے کتنے حرف بخشے انگلش کے؟" وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' ملالہ کی لانبی پلکیں تھرتھرانے لگیں۔

"صرف ایچ تک بس۔" وہ جھوٹ نہ بول سکی۔

"اور ہر حرف سے کیا کیا لقب بخشا گیا مجھے۔"

"اے سے ابنارمل' بی سے بیڈ (برا) سی کو ڈوڈی سے ڈل (سست) ای سے ایمٹی مائنڈ (خالی دماغ' کوڑ دماغ) ایف سے فول' جی جائنٹ اور ایچ سے......" وہ رک گئی' جوتے وہ پہن چکی تھی۔

"ایچ سے بولو نہ......" وہ مصر ہوا' ملالہ نے پلکیں اٹھائیں۔

"ایچ سے...... آئی ہیٹ یو ریئلی۔" اس کے سینے پر ہاتھ مارتی اسے پیچھے دھکیلتی وہ تیزی سے کھڑکی سے ہٹ گئی۔ عتارب نے بڑی مشکل سے اپنی زوردار ہنسی کا گلہ گھونٹا تھا۔

❁......❁......❁

اور اس رات جو پھر ملالہ ناچی تو جیسے سب ہار گئے' گاتے گاتے تاباں تھک گئی' ڈھولک بجاتی لڑکیوں کی ہتھیلیوں پر جلن ہونے لگی مگر ملالہ کے پاؤں نہ تھکے۔

"بس کر جا' یہ جوتی بھی توڑے گی کیا؟" تاباں نے بڑی مشکل سے اسے کنٹرول کیا۔

"ٹوٹ جانے دو' ایک اور آجائے گی۔" اس کی بات پر تاباں مسکرا دی۔

"ویسے پوچھے گی نہیں کہ یہ جوتی کس کی ہے اور لایا کون؟" اسے واقعی حیرت تھی کہ تاباں اپنے جوتوں کو نہیں پہچان پائی تھی۔

"بعض لوگ ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں' بات یہ اہم نہیں کہ جوتے کس کے ہیں اور لایا کون؟ بات یہ اہم ہے کہ پہنے کس نے۔" اس کے محبت پاش لہجے پر وہ جھپٹ کے اس کے گلے لگ گئی۔

❁......❁......❁

"اس دفعہ تو اللہ نے بڑا کرم کیا ہے؟" بیری کے درخت پر جھولا جھولتی مزے سے ڈائجسٹ پڑھتی ملالہ نے بابا کی خوشی سے بھرپور آواز پر چونک کے سر اٹھایا۔ سر پر پگڑی رکھے کیچڑ سے بھرے میلے کپڑوں میں بھی ان کے چہرے کی چمک بے حد واضح تھی۔

"کیا ہوا ابا؟" وہ تیزی سے جھولا چھوڑ کر ان سے لپٹ گئی' بابا نے اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا دیے۔

اماں بھی کچن سے پانی کا گلاس تھامے فوراً باہر آئی تھیں۔

"گندم بہت اچھی ہوئی ہے' اس بار سارا قرضہ بھی اتر جائے گا تو بھی اتنا پیسہ بچ جائے گا کہ جو آگے مشکل وقتوں کے لیے رکھا جاسکے۔" انہوں نے خوشی خوشی بتایا۔

"کرم ہے میرے مولا کا۔" اماں نے جھولی آسمان کی طرف تانتے ہوئے جیسے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"ابا پھر اس بار تو مجھے بی اے کی کتابیں لادو گے ناں۔" موقع دیکھتے ہی ملالہ نے فرمائش کی۔

"ہاں' ضرور بیٹا! بلکہ میں آتے وقت کتابوں والے کو کہہ آیا ہوں کہ آج ماسٹر صاحب سے تمہارے لیے کتابوں کی لسٹ بنا لے اور کتابیں لے آئے۔"

"میرے پیارے ابا!" وہ مزید ان سے لپٹ گئی۔
"میرا سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔" انہوں نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
"آپ کے لیے کھانا لاؤں۔" اماں نے باپ بیٹی کے پیار پر مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں' میری ملالہ نے کھالیا؟" انہوں نے ہمیشہ کی طرح پہلے ملالہ کے بارے میں پوچھا۔
"نہیں بابا' امی نے آج پھر آپ کی پسند کے کریلے گوشت بنائے۔" اس نے منہ بناتے ہوئے شکایت کی۔
"آپ سمجھادیں اسے' ایسے منہ نہ بنایا کرے کھانے کے بارے میں سن کر' اللہ اپنے رزق کی ناقدری پسند نہیں کرتا۔" اماں کو غصہ آنے لگا۔
"بات تو تمہاری اماں بالکل ٹھیک کررہی ہیں۔"
"پر بابا! میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ تھوڑا سا کھالوں کسی طرح خود کو عادی بنالوں مگر......" وہ بے بسی سے لب کاٹ گئی۔
"چل کوئی بات نہیں' میں ابھی اپنی بچی کے لیے تازہ دہی لے کر آتا ہوں۔"
"ارے اس گرمی میں پھر باہر جائیں گے' ابھی تو آئے ہیں۔" اماں کو فکر ہوئی۔
"تم بس کھانا لگاؤ' مجھے بھلا کیا وقت لگے گا؟" وہ ملالہ کا سر تھپتھپاتے باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁

گرمیاں عروج پر تھیں' اوپر سے بجلی کی آنکھ مچولی نے لوگوں کی زندگی حرام کردی تھی۔ پتا نہیں واپڈا والوں کو کیا تھا کہ عین نیند کے وقت جیسے ہی بستر پکڑو بجلی غائب۔ اسے ابھی بھی بہت نیند آرہی تھی مگر گرمی نے حال خراب کردیا تھا۔
"امی...... پانی دے دیں۔" اس نے وہیں کروٹ بدلتے ہوئے ماں کو آواز دی مگر دوسری طرف خاموشی رہی۔ وہ باہر آئی' اماں کچے چھپر تلے چارپائی ڈالے گہری نیند میں تھیں۔ انہیں اس طرح سوتا دیکھ کر مسکراہٹ خود بخود اس کے لبوں کو چھوگئی۔ اس نے کچن میں جاکر پانی پیا اور دور آسمان پر دیکھنے لگی۔ ننھی منی بدلیاں اس طرف ہی آرہی تھیں یا شاید وہ ہی کچھ زیادہ خوش فہم تھی تبھی لکڑی کا دروازہ ذرا سا کھلا' اس نے چونک کے گلی کے دروازے کی طرف نگاہ کی۔ تاباں اِدھر اُدھر جھانکتی نظر آئی' وہ بھی مسکراتی باہر نکل آئی۔
"اندر آجا تاباں! میں جاگ رہی ہوں۔" وہ دروازے کے قریب آکر بولی۔
"عارب' امجد اسلام امجد کی "شہر در شہر" لائے ہیں' چل کھیتوں میں جاکر پڑھیں گے۔" تاباں سرگوشی میں بولی۔
"نہر کنارے۔" وہ چہکی۔
"ہاں' نہر کنارے' سفیدے کے ٹھنڈے درختوں کے نیچے۔" اس نے مزید لالچ دیا۔
"اچھا رک میں چادر لے لوں۔" وہ تیزی سے اندر گئی اور چادر اوڑھ کے تاباں کے ساتھ چل دی۔ پکی سڑک سے کھیتوں کی پگڈنڈی پر قدم دھرتے ہی گرم لو ٹھنڈی ہوا میں بدلنے لگی' ملالہ نے سکھ کا سانس لیا۔
"تم پہلے نہیں آسکتی تھیں۔" اس نے شرارت سے تاباں کی لمبی چوٹی کھینچی۔
"بڑی مشکل سے اماں سوئی تو نکلی' اتنی گرمی میں بھلا نکلنے دیتی ہیں گھر سے۔" تاباں نے منہ بنایا۔ نہر قریب آتے ہی انہوں نے چپل وہیں چھوڑ دیئے۔ دور درختوں تلے سفید چادروں میں منہ دیئے ان کے مزارع گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ نہر کے قریب گرے بڑے سے درخت کے چوڑے تنے پر بیٹھتے ہی ملالہ نے کتاب اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔
"مل کے پڑھتے ہیں نہ۔" تاباں جی بھر کے حیران ہوئی۔
"نہیں تم جاؤ' آم توڑ کر لاؤ۔" اس نے ذرا سے پائنچے چڑھائے اور اطمینان سے پاؤں نہر کے ٹھنڈے پانی میں ڈبو دیئے۔

"آم......" تاباں کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگی۔

"ہاں آم......" ملالہ نے اسے سبق پڑھایا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے، تمہاری طرح ان پیڑوں پر چڑھ کر اپنی ہڈیاں تڑوانے کا۔ یاد ہے نا پچھلے سال کیسے غڑاپ سے نہر میں جا گری تھیں۔ یہ تو شکر کہ چاچا تھے یہاں اور جان بچ گئی تمہاری۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے یاد دلایا۔

"یاد ہے مجھے، اچھی طرح یاد ہے۔" ملالہ نے مکھی اڑائی۔

"اور تمہیں بھی اچھی طرح یاد ہونا چاہیے کہ اس کے بعد بھی میں نے توبہ نہیں کی بلکہ کئی بار ان آموں کے درختوں پر چڑھی۔ دیکھ لے زندہ سلامت موجود ہوں تیرے سامنے۔" اس نے اردگرد لٹکتے آموں پر نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ہوگا شوق، مجھے ایک فیصد بھی نہیں۔" تاباں نے صاف انکار کیا۔

"مطلب تمہیں آم نہیں کھانے؟" ملالہ حیران ہوئی۔

"کھانے ہیں نہ مگر صرف مفت کے، اپنی کوئی ہڈی تڑوا کے نہیں۔" تاباں نے دانت دکھائے۔

"اچھا چلو یہ کتاب پکڑو۔" اس نے کتاب تاباں کو تھمائی اور پھر تنے پر ہی کھڑے ہو کر چادر اتار کر ایک شاخ پر ڈال دی اور ڈوپٹہ کس کر کمر کے گرد باندھ لیا۔

"میں آم اتار کر تمہاری طرف اچھالوں گی، تم پہلے جمع کرنا۔" اس نے تاکید کی، تاباں سر ہلا گئی۔ "پہلے جمع کرنا، کھائیں گے مل کر۔" ملالہ نے دوبارہ تاکید کی۔

"ہاں یار قسم لے لو۔" تاباں خفا ہوگئی، ملالہ مسکرا دی اور نہر کے تقریباً اندر ہی لگے بڑے آم کے پیڑ پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے ایک پاؤں دو حصوں میں تقسیم کر کے تنے پر جمایا اور اوپر قدرے مضبوط شاخ پر ہاتھ جمائے لمبی سی جمپ لگا کر اونچی شاخ پر چڑھ بیٹھی۔ شاخ زیادہ مضبوط نہیں تھی تبھی اس نے ایک ٹانگ نیچے قدرے مضبوط شاخ پر جما رکھی تھی۔

"یہ لو کیچ کرو۔" اس نے احتیاط سے ایک شاخ پکڑ کر ذرا سا نیچے کی اور اس پر لٹکتے شوخ زرد آم اتار لیے، تاباں نے پوری طرح دامن پھیلا لیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" تیز گمبھیر آواز پر تاباں نے جھٹ سے دامن سکیڑ لیا تھا اور اس کی طرف آتا موٹا تازہ آم چھپاک سے نہر میں جا گرا تھا، ادھر ملالہ بھی گرتے گرتے بچی تھی۔ سنبھلنے پر دونوں نے ہی آواز کی سمت دیکھا تھا۔ بڑا سا گنا ہاتھ میں لیے وہ عتارب تھا۔

"نظر نہیں آرہا، آم توڑ رہے ہیں۔" ملالہ بھلا کس سے ڈرنے والی تھی۔

"وہی تو نظر آیا تب ہی تو پوچھا، کیا پچھلے سال والا حادثہ بھول گئی ہو۔" وہ خفا لہجے میں بولا۔

"ہاں بھول گئی ہوں کیونکہ اس حادثے میں مجھے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" وہ بے فکری سے ایک آم پر ہاتھ صاف کرنے لگی۔

"اور تم تاباں......" اسے یوں بے فکر دیکھ کر وہ بہن کی طرف مڑا۔

"ہم...... میں...... میں......" وہ تو ہکلا کے رہ گئی۔

"یہی تو اپنے ساتھ لائی ہے مجھے۔" اس نے فوراً ملالہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

"زبردستی۔" ملالہ نے اس کی بات آگے بڑھائی اور تاباں دل ہی دل میں اس کی شکر گزار ہوئی۔

"لگتا ہے مجھے چاچا، چاچی کو ہی سمجھانا پڑے گا، تم باز نہیں آؤ گی۔" اس نے دھمکی دی، ملالہ نے قہقہہ لگایا۔

"اسے دھمکی مت سمجھنا، میں سچ کہہ رہا ہوں۔" اسے واقعی غصہ آنے لگا۔ تیز لہجے میں کہتا وہ مڑا کہ اچانک کوئی چیز زور سے اس کی کمر سے ٹکرائی۔

"اوئی......" وہ تلملا کے رہ گیا، ملالہ کے ساتھ اس بار تاباں بھی اپنی ہنسی نہ روک پائی۔ عتارب نے حیرت سے مڑ کر دیکھا، زمین پر پڑا وہ موٹا تازہ آم اسے صاف نظر آ گیا۔

"یہ تم نے کیا؟" اس نے آم اٹھا کر ملالہ کی طرف

دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی شک؟" وہ دوسرا آم اچھالتے ہوئے بولی۔

"آج تو تمہیں ضرور اس کی سزا ملے گی۔" اس نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا اور ملالہ نے تیزی سے ہاتھ میں اچھلتا آم اس کی طرف کھینچ مارا۔ وہ تیزی سے وہاں سے بھاگا تھا' گئی آم اس کا پیچھا کرتے رہ گئے' تاباں اور ملالہ کے قہقہے بھی۔

❀....❀....❀

کئی دنوں کی شدید گرمی اور حبس کے بعد آج موسم بے حد خوش گوار ہو رہا تھا۔ گھنے بادلوں کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی کول سی ہوا نے ساری تھکان دور کردی تھی۔ بچے گلیوں میں سائیکل کے پرانے ٹائرز لیے ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ پرندے خوشی سے غول در غول مشرق سے مغرب تو کبھی گول گول دائروں میں چکر لگا رہے تھے۔

بہت دنوں بعد گاؤں کی چوکیں آباد ہوئی تھیں اور نوجوان اور بوڑھے گپ شپ کے علاوہ علاقائی موسیقی سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عورتوں نے بھی سویرے کام نپٹا کر ایک دوسرے کے گھروں کی راہ لی تھی اور بڑی مدت بعد خوب ایک دوسرے کی اچھائی برائی کی۔

لڑکیاں بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھیں' کچھ نے کھیتوں میں لگے جھولے سنبھال لیے تھے تو کچھ کہانیوں میں سر دیے بیٹھی تھیں تو اور کچھ لڑکیاں نہر کنارے لگے آم کے باغ کے ساتھ چھیڑ خانی میں مصروف تھیں۔ ملالہ اور تاباں نے بھی کچھ آم' کچھ فالسے لیے اور نہر کے کنارے پانی میں پیر ڈال کر بیٹھ گئیں۔

"اللہ نے کرم کر ہی دیا' سچ میں تو گرمی سے کباب ہو رہی تھی۔" ان کی دوست صائقہ جو قریب ہی بیٹھی تھی نے نہر کے پانی کو اچھالتے ہوئے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"تم کباب تو بن ہی چکی ہو سو اس بارش کا شاید ہی تم پر کوئی اثر ہو۔" تاباں نے اس کی سانولی رنگت پر ٹوک کی۔

"ہاں تو تم کون سا دودھ ملائی ہو' میں کباب ہوں تو تم بھی سیخ کی طرح ہی جلی ہوئی ہو۔" صائقہ حسب معمول بُرا مان گئی' سب کا قہقہہ جاندار تھا۔

"ارے ادھر دیکھو۔" ساتھ بیٹھی نازیہ چیخی' سب نے اس کے ہاتھ کی طرف نگاہ کی۔ کھیتوں کے بیچوں بیچ ٹیوب ویل پر کھلے پائنچوں والی شلوار اور بنیان پہنے عتارب ہی تھا۔ وہ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ سب لڑکیوں کو اس کی طرف متوجہ دیکھ کر ملالہ کو تو آگ سی لگ گئی' وہ فوراً نہر سے پاؤں نکال کر تن فن کرتی اس کے سر پر جا پہنچی۔

"بڑا شوق ہے تمہیں اس کسرتی جسم کی نمائش کا۔" وہ کوئی لحاظ کیے بغیر چیخی تھی' اس نے پہلے حیرانی سے اسے دیکھا پھر مسکرا دیا۔

"تو تمہیں کیا؟" وہ جان بوجھ کر انجان بن گیا اور دوبارہ سے تیز بہتے پانی سے منہ دھونے لگا۔

"مجھے کیا اس موسم میں تمہارا اس طرف آنے کا مطلب؟ تمہیں تو کسی بیٹھک پر ہونا چاہیے تھا۔" اسے مزید غصہ آ گیا۔

"لو جی' کیوں بھلا میں نے تو آج تک کسی چوک' کسی بیٹھک کا منہ نہیں دیکھا۔" وہ مزید حیران ہوا۔

"نہیں دیکھا تو آج دیکھ لیتے' تمہیں کوئی کھا نہ جاتا۔" وہ تو جیسے غصے سے آگ بگولہ تھی۔

"بات کیا ہے...... کیوں اتنی گرم ہو؟" وہ پوری طرح اس کی طرف مڑ گیا۔

"اس موسم میں تمہیں یوں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ دیکھو گاؤں کی ساری لڑکیاں جھولا جھولنے آئی ہیں اور تم جانتے ہو کہ تم اس گاؤں کے سب سے ہینڈسم لڑکے ہو۔" عتارب حیران رہ گیا۔

"تم میری تعریف کر رہی ہو؟" وہ آنکھیں پھاڑے بالکل اس کے سامنے آ کر پوچھ رہا تھا۔

"ہاں تو کیوں آخر منگیتر ہو تم میرے۔" وہ نظریں جھکاتے خود کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔

"یا اللہ! ایسی غلطی میں نے پہلے کبھی کیوں نہ کرلی۔" وہ

خوش ہوتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
"اچھا اب زیادہ پھولو بھی مت۔" ملالہ نے غبارے سے ہوا نکالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی' وہ یونہی پھولا کھڑا رہا۔
"کیوں نہ پھولوں' زندگی کی سب سے بڑی حسرت پوری ہوئی ہے آج۔" وہ تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"اب تو پوری ہوگئی نا' اب جاؤ یہاں سے پلیز۔" اس نے تاباں کو فالسوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے دیکھ کر بے تابی سے اسے مخاطب کیا۔
عتارب نے پاس پڑی چھوٹی سی چارپائی سے اپنا کرتا اٹھا کر پہنا اور تیزی سے بائیک اسٹارٹ کرکے یہ جا وہ جا۔ اس کی مسکراتی نظریں البتہ دیر تک ملالہ کو اپنے چہرے پر جمی محسوس ہوتی رہی تھیں۔

❁.......❁.......❁

"ارے چاچی آئی ہیں۔" وہ اور تاباں گھر واپس آئے تو عتارب اور تاباں کی امی آئی ہوئی تھیں۔ ملالہ تو انہیں دیکھ کر کھل اٹھی' بچپن سے ہی وہ چاچا چاچی کے بہت قریب رہی تھی۔
"چاچی کی جان۔" انہوں نے فوراً اس کو ساتھ لگالیا۔
"تیری اماں کو مبارک باد دینے آئی تھی۔" سکینہ چاچی نے محبت سے کہا۔
"کس چیز کی مبارک۔" اپنے ناخن کھرچتے ہوئے اس نے پوچھا۔
"اپنے عتارب پتر کی آرمی میں سلیکشن ہوگئی ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے خبر دی' وہ جھٹکا کھا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اس نے مجھے نہیں بتایا۔" اسے سچ مچ غصہ آنے لگا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے ملالہ۔" امی کو اس پر غصہ آنے لگا۔
"بدتمیزی کی کیا بات ہے اماں! اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ سب سے پہلے مجھے بتائے گا۔" وہ خفا انداز میں بولی۔ وہ تینوں بچپن سے ایک ساتھ پلے بڑھے تھے تب ہی دوستوں جیسا خلوص اور مان تھا ان کے رشتے میں۔
"ارے شمع! کچھ نہ کہہ میری بیٹی کو ٹھیک تو کہہ رہی ہے مگر ملالہ قصور عتارب کا بھی نہیں ہے بیٹا! اصل میں مجھے ہی شوق تھا کہ یہ خوش خبری تم سب کو سب سے پہلے میں سناؤں' بس تب ہی چلی آئی۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ تمہیں میرے آنے پر اتنی خوشی نہ ہوگی تو یقین کرو میں کبھی نہ آتی۔" سکینہ چاچی نے شمع کو اشارہ کرتے ہوئے اداس لہجے میں کہا۔ شمع ان کی شرارت سمجھ کے مسکرادیں۔
"ارے نہیں چاچی۔" ملالہ بوکھلا گئی۔
"میں تو بس ایسے ہی۔" سب کا قہقہہ جاندار تھا۔
"اچھا' اب جاؤ چھت سے سارے سوکھے کپڑے سمیٹ لاؤ۔ میں اتنے میں تمہاری چاچی سے کچھ ضروری باتیں کرلوں۔" انہوں نے ملالہ کو ہدایت کی۔
"میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں۔" تاباں بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"نہیں تاباں! تو اب گھر جا' تمہارا ابا چائے کے لیے بیٹھا ہوگا۔" سکینہ چاچی نے اسے بھی فوراً کام دیا' وہ منہ بنا گئی۔
"اماں......"
"جلدی جا' دیر نہ کر۔" اسے چار و ناچار جانا ہی پڑا' تاباں کے جاتے ہی وہ بھی کپڑے سمیٹنے چھت پر آگئی۔

❁.......❁.......❁

ابھی اس نے کپڑے تار سے اتار کر تہہ کرنے کے لیے چارپائی پر رکھے ہی تھے کہ بوندا باندی شروع ہوگئی۔ اس نے ایک طرف بنے چھوٹے سے برآمدے میں چارپائی کھینچی اور تیزی سے باہر آگئی آسمان پر جیسے بادل اور ہوا بھی اس کے ساتھ جھومنے لگے تھے۔ وہ آنچل لہرائے جھولتی رہی کہ اچانک ہی کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا' دھیرے دھیرے ننھی بوندوں کو محسوس کرتی ملالہ ایک دم سے رک گئی۔ ہاتھوں میں بہت سارے پھول تھامے مسکراتا ہوا وہ عتارب تھا۔
"تم......" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں میں اور کوئی اتنی جرأت کرسکتا ہے بھلا؟" وہ شریر ہوا ملالہ بلش کرگئی۔

"کبھی نہیں۔" اس نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"خیر...... خبر تو تمہیں مل ہی چکی ہوگی۔" پھول اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولا۔

"ہاں اور میں خفا بھی نہیں ہوں کیونکہ وجہ بھی جان چکی ہوں۔" وہ پھول لیتے ہوئے مسکرائی۔

"شکر ہے۔" اس کا اطمینان بحال ہوا۔

"ویسے تم اوپر کیسے آئے؟" اسے اچانک ہی خیال آیا کیونکہ وہ سیڑھیوں کی طرف سے تو ہرگز نہیں آیا تھا ورنہ وہ ضرور اس کے پیروں کی دھمک سن لیتی۔

"تمہارے گھر کے ساتھ لگا یہ پیپل کا درخت زندہ باد' مجھے پوری امید تھی کہ ملکہ عالیہ ضرور بارش انجوائے کررہی ہوں گی۔" اس نے ہاتھ کمرے کے پیچھے باندھتے ہوئے برآمدے کے ننھے سے پلر کے ساتھ ٹیک لگائی۔

"اچھا' حیرت ہے۔" وہ ایڑیوں کے بل پر گلی والی دیوار سے ذرا اوپر جھانکی۔ درخت اور دیوار کا فاصلہ کافی تھا تبھی تو وہ حیران تھی۔

"آرمی والا ہوں یار! ایسے چھوٹے موٹے کرتب تو دکھا ہی سکتا ہوں۔" وہ شریر ہوا۔

"ہاں یہ تو ہے' تم تو کافی خوش ہوگے نا؟" اس نے عتارب کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ہاں بہت زیادہ۔" وہ باہر بارش میں آگیا۔

"کیوں تم خوش نہیں ہو کیا؟" اس نے ملالہ سے پوچھا۔

"بہت خوش ہوں' مگر ایک بات کلیئر کردوں۔" اس نے پھولوں کی مہک سانسوں کے ذریعے اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" عتارب فوراً اس کی طرف مڑا۔

"آج کل کے حالات تمہارے سامنے ہیں' نہ صرف بیرونی بلکہ اندرونی طور پر بھی ہماری آرمی کو بے حد مشکلات اور چیلنجز کا سامنا ہے۔ قدم قدم پر موت' خوف یا پھر عمر بھر کی معذری جیسے منہ پھاڑے ان کے راہ تک رہی ہے اور ایسے میں اگر تمہیں کچھ ہوا مطلب لولے لنگڑے ہوکر آئے تو......؟" شرارت سے کہتی وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔ عتارب نے کچھ لمحوں کے لیے یونہی اس کا بھیگا بھیگا سا چہرہ دیکھا پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے بالکل قریب آکر ٹھہر گیا۔

"اور اگر مر کر آیا تو......" حملہ بالکل اچانک تھا' وہ سنبھل نہ پائی۔ پھول خود بخود ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر جاگرے تھے اس کی بات پر وہ گنگ ہوکر رہ گئی تھی۔

"بولو نہ...... اب کیوں خاموش کھڑی ہو۔" عتارب نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اللہ نہ کرے عتارب! میں تو مذاق کررہی تھی۔" وہ رونے کے قریب تھی۔

"حالات خواہ کیسے بھی ہوں ملالہ! قدم قدم پر بکھری موت ہمارے لیے شہادت اور ابدی زندگی اور معذری غازی ہونے کی گواہی ہے اور ان میں سے کوئی سودا ہمارے لیے مہنگا نہیں کیونکہ ہم پاک آرمی کے جوان صرف تنخواہ اور اچھی جاب کے لیے آرمی جوائن نہیں کرتے بلکہ ملک وقوم پر جاں نثار کرنے کے لیے کرتے ہیں تب راستہ کوئی بھی ہو' نتیجہ کچھ بھی ہو' ہم نہ کبھی خوف کھاتے ہیں نہ پیچھے ہٹتے ہیں اور یہی ہماری فتح ہے۔" وہ کس قدر پُرعزم تھا' کس قدر بہادر' بے خوف تھا۔ آنسو بھری نظروں میں فخر و ستائش بھی ابھرنے لگے۔

"اب میں انتظار کروں گا' جب تمہیں مجھے خود کہنا پڑے کہ عتارب! اگر مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو پہلے وطن کا قرض چکاؤ' پھر تم جس حال میں بھی لوٹو گے مجھے قبول ہوگے' چلتا ہوں۔" تیزی سے کہہ کر وہ رکا نہ تھا۔ دیوار کے اس پار غائب ہوچکا تھا' ملالہ نے تیزی سے بھاگ کر دیوار پر اچھل کر اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر نہ جانے وہ چھلاوا کہاں غائب ہوچکا تھا' وہ مسکرا کر پیچھے ہوئی۔

"پاگل نہ ہو تو......" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور

گنگناتے ہوئے دوبارہ جھومنے میں مصروف ہوگئی۔

❀.......❀.......❀

''آج تو عتارب بڑا یاد آرہا ہے؟'' اسے ٹریننگ پر گئے دو ماہ ہوگئے تھے اور صرف ایک بار ہی فون پر بات ہوئی تھی۔ اس کا دل بھی بُری طرح اداس ہو رہا تھا مگر بابا کے منہ سے سنتے ہی نہ جانے کیوں آنکھیں ساون بھادوں ہونے لگیں۔ وہ گھٹنوں میں سر چھپا گئی' شکر کہ اس وقت کچن میں وہ اکیلی تھی اماں اور بابا دونوں باہر بیٹھے تھے۔

''اللہ عمر دراز کرے' بڑا ہی قسمت والا بچہ ہے۔ نیک بخت اور فرماں بردار۔'' شمع بی بی نے دامن پھیلا کر دعا دی۔

''ہاں' آج تک بازو بنا ہوا ہے میرا' کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی مجھے۔'' وہ حقہ گڑگڑانے لگے' ملالہ کے آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔

''لو کیوں محسوس ہو بھلا بیٹے کی کمی' عتارب اور مہیب بھی تو ہمارے ہی بیٹے ہیں نا۔'' شمع نے سکینہ کے دونوں بیٹوں کا حوالہ دیا۔

''ہاں' صحیح کہتی ہو تم مگر پھر بھی خون کی قدر کسی کسی کو ہوتی ہے اور آج کل تو خون کے رشتوں میں بہت دوری آتی جارہی ہے۔'' بابا نے کہا تو سو فیصد درست تھا۔

''سکینہ بھابی کی تربیت ہے سب۔'' شمع نے کھلے دل سے دیورانی کی تعریف کی۔

''بے شک...... بے شک! بڑی خوش بخت عورت ہیں۔'' بابا نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''اللہ بس ہمارے عتارب کو اپنی امان میں رکھے آمین۔'' اماں نے دامن پھیلا کر دعا کی۔

''ثمہ آمین۔'' بابا نے بھی ان کا ساتھ دیا اور ملالہ کے دل نے بھی۔ وہ ان سے بچتی بچاتی چھت پر آ گئی اور اسی منڈیر کے ساتھ رک گئی جہاں سے اس دن وہ کودا تھا' اسے فوراً عتارب کی آخری بات یاد آ گئی۔

''نہیں عتارب! میں کبھی تمہیں یہ نہیں بول سکتی کیونکہ......'' اس نے ایڑیاں اٹھا کر نیچے جھانکا' پلکیں پھر بھیگنے لگیں۔

''کیونکہ میں تم سے بے حد پیار کرتی ہوں اور میرے لیے تمہارے بغیر ایک دن گزارنا بھی سوہان روح ہے۔ کہاں ایک زندگی......'' اس نے بختی سے آنکھوں کو رگڑا اور اس کے صحیح سلامت آنے کی دعا کی تھی۔

❀.......❀.......❀

جوں جوں دن بڑے ہوتے جارہے تھے' گرمی کی شدت میں اسی قدر اضافہ ہو رہا تھا۔ دن میں دس بجے کے بعد ہی گلیوں میں سناٹا رقص کرنے لگتا کہ رات کی خاموشی بھی شرما جائے۔

''کیا سن رہی ہے میری بیٹی!'' موبائل کان سے لگائے وہ ادھر سے اُدھر سگنل کی تلاش میں گھوم رہی تھی' بابا کی آواز پر چونک گئی۔

''ریڈیو سن رہی ہوں بابا! مگر سگنل ہی صحیح نہیں آرہے۔'' اس نے موبائل ہوا میں اِدھر اُدھر گھمایا اور تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ دوبارہ کان سے لگاتے ہوئے اس کے چہرے پر پھر وہی مایوسی پھیلی تھی۔

''ویسے آ کیا رہا ہے' جو میری بیٹی اتنی پریشان ہو رہی ہے۔'' انہوں نے اس کی پریشان صورت دیکھ کر پوچھا۔

''بابا! ہر جمعرات اس وقت علاقائی صورت حال پر بڑے دلچسپ اور معلوماتی تجزیے اور تبصرے ہوتے ہیں' سن کر بڑے کام کی باتیں پتا چل جاتی ہیں ورنہ تو ہم لوگ اندھیرے میں ہی رہیں۔ ایسے ذہین ذہین لوگ ایسے ایسے انکشافات کرتے ہیں کہ میری تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔'' وہ شوق بھرے انداز میں انہیں بتانے لگی۔

''لو میں تو سمجھی تم سارا دن بس موئے انڈیا کے گانے سنتی رہتی ہو۔'' اماں نے جیسے شکر ادا کیا کہ ان کی بیٹی کوئی ڈھنگ کا کام تو کررہی تھی۔

''وہ بھی سنتی ہوں اماں! مگر سچ کہوں تو ملک کے دن بہ دن بگڑے حالات کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال بھی بدلنے لگا ہے۔ لوگ ڈراموں اور میوزک چینلز کی جگہ نیوز

چینلو پر خبریں اور تبصرے زیادہ شوق سے سنتے ہیں۔ پورے ملک کی ایک ایک کونے کی خبر سیکنڈز میں ادھر سے اُدھر نشر کردیتے ہیں پھر اعلیٰ مرتب ذہین اور فطین تبصرہ نگار جب اس حادثے کے اسباب اور آئندہ کے سدباب کے پہلوؤں پر جب روشنی ڈالتے ہیں نہ تو انسان کا دماغ جیسے شل ہوجاتا ہے۔" اس نے بابا کو تفصیل بتائی۔

"بات تو تمہاری واقعی صحیح ہے بیٹا! نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہمارے پیارے وطن کو نہ خوشیوں میں راحت بچی ہے نہ تہواروں میں رنگ۔ ہر وقت ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے کہ اللہ خیر کرے کچھ ایسا ویسا نہ ہوجائے۔ عوام سکون نام کی چیز کو ترس گئے ہیں فوج کی قربانیاں نہ ہوں تو شاید کب کے یہ غدار وطن دہشت گرد ہم لوگوں کے اس پاک وطن کو اس زمین سے ہی مٹا چکے ہوتے۔" بابا نے اداسی سے کہا۔

"خیر یہ بات تو کریں ہی نہ۔" اماں کو ان کی بات بُری لگی۔

"یہ فیصلہ کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے اسی نے بنایا جب اس کا بننا بالکل ہی ناممکن تھا۔ وہی اسے سلامت رکھے گا جب ہر طرف سے اس پر کافروں کی یلغار ہے ان شاء اللہ مجھے میرے رب پر پورا بھروسہ ہے۔" اماں نے مسکرا کر کہا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیئے۔

"واقعی بات تو تمہاری سو فیصد سچ ہے ملالہ کی ماں؟" بابا نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں اماں! واقعی سچ کہہ رہی ہیں اور پھر ہم سب بھی تو ہیں نہ پاک آرمی کے ساتھ۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ موبائل اِدھر اُدھر گھمایا ذرا سی دیر میں ہی ملکہ نور جہاں کی آواز گونجنے لگی تھی۔

"اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے
تو لبھدی پھریں بازار کڑے"

"ملالہ آواز اونچی کردے۔" اماں نے کچن کی طرف جاتے ہوئے اسے ہدایت دی تو ملالہ کے ساتھ ساتھ بابا بھی ہنس دیئے۔

"تاباں! ذرا زور سے جھولا نہ ہاتھوں میں طاقت ختم ہوگئی ہے کیا؟" جھولے پر بیٹھی ملالہ نے سوچوں میں گم تاباں کو پکارا تو وہ چونک گئی۔

"ہاں......"

"کن خیالوں میں گم رہتی ہو بھائی یاد آتا ہے تمہیں۔"
ملالہ نے ذرا کی ذرا مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہاں یار! کئی دن ہوگئے بھائی کی کال بھی نہیں آئی۔"

"ہاں تو ٹریننگ پر ہے وہ ظاہر ہے اب عام ٹریننگ تو نہیں ہے افسر بن کر آئے گا۔" خیالوں ہی خیالوں میں ملالہ نے دور اسے پاک آرمی کا یونیفام پہنے کھڑے دیکھا تھا۔ تبھی خود بخود ہونٹ مسکرانے لگے تھے۔

"ان شاء اللہ دیکھ لینا بڑے بڑے کام کرے گا میرا بھائی۔" تاباں کے لہجے میں بھائی کے لیے فخر تھا۔

"اللہ کرے مجھے تو ڈر ہے کہیں بھگوڑا ہی نہ ہوجائے۔" وہ شریر ہوئی۔

"اے شکل اچھی نہ ہو تو بات تو اچھی کرلیا کرو۔" تاباں نے اس کے کاندھے پر ہلکی سی چپت رسید کی وہ ہنسنے لگی۔

"اچھا چاچا کی طبیعت کیسی ہے اب؟" اچانک ہی ملالہ کو خیال آیا۔

"ہاں اب تو کافی بہتر ہے ابا پوچھ رہا تھا میری بہو نہیں آئی۔" اس کے چبا چبا کر کہنے پر ملالہ کو ہنسی آ گئی۔

"ہاں بھئی ہنس لے مگر سچ بتا رہی ہوں ابا سچ میں ناراض ہو رہا تھا۔" تاباں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور پھر زور سے جھولے کو آگے کی طرف دھکیل دیا اس بار وہ کافی اوپر گئی تھی۔

"ہاں بات تو تمہاری سچی ہے مگر سچ کہوں جب سے چاچی چاچا نے منگنی باقاعدہ کی ہے مجھے ان سے شرم سی محسوس ہوتی ہے عجیب سی لاج۔" وہ دھیرے سے مسکرا رہی تھی۔

"خیر آج ضرور چکر لگاؤں گی اللہ کرے عمار رب کا

فون بھی آجائے۔" اس نے دل سے دعا کی۔

"اچھا جی! اس کا مطلب بھائی تمہیں بھی خوب یاد آتا ہے۔" تاباں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں تو کیوں نہ آئے‘ میرا بچپن کا دوست ہے‘ منگیتر ہے اور پھر سب سے بڑھ کر میرا کزن۔" اس نے مکمل اعتماد سے جواب دیا‘ تاباں کھلکھلادی۔

❁.......❁.......❁

"سلام چاچا! لکڑی کے بڑے سے دروازے کو پار کرتے ہی سامنے برآمدے کے قریب چارپائی پر ٹیک لگائے چاچا اسے فوراً نظر آئے تھے‘ وہ سیدھا ان کی طرف آ گئی۔

"وعلیکم السلام......" چاچا اسے دیکھتے ہی کھل اٹھے۔

"آج تو بہار چل کر آئی ہے میرے گھر پر۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا‘ وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"اب کیسی طبیعت ہے چاچا؟" اس نے بغور ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ صحت مند‘ سرخ رنگت والے چاچا بیماری سے کافی نڈھال ہوگئے تھے‘ عجیب سی زردیاں گھلنے لگی تھیں ان کی رنگت میں۔

"ٹھیک ہوں دھی...... بالکل ٹھیک۔ تم آ گئی اب اور ابھی اچھا ہو جاؤں گا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں ٹھیک ہیں چاچا جی! دیکھیں تو کتنے کمزور ہوگئے ہیں‘ یہ سب عتارب کی وجہ سے ہے نا۔" وہ ان کی صحت دیکھ کر واقعی پریشان ہوگئی تھی۔

"ارے نہ بیٹا! عتارب تو میرا بیٹے جوان ہے‘ شیر جب جوان ہو جائیں تو باپ کی طاقت بن جاتے ہیں نہ کہ کمزوری‘ عتارب کے فیصلے کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔" ان کے پژمردہ چہرے پر عجیب سی چمک جاگی۔

"پھر بھی چاچا جی! آج کل جیسے حالات ہیں‘ میں جانتی ہوں آپ عتارب کے لیے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔" وہ بھلا کہاں باز آنے والی تھی۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ملالہ بیٹا!" اسی وقت چاچی کمرے سے باہر آئیں۔ تسبیح ہاتھ میں تھی وہ شاید نماز پڑھ کر آ رہی تھیں‘ انہیں آتا دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر ان کے ساتھ جا لگی۔

"جیتی رہ۔" انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"ان کو ذرہ برابر بھی پروا نہیں عتارب کی‘ یہ تو خوش ہیں کہ بیٹا آج اس قابل ہوا کہ ملک و قوم کے کام آ سکے۔" چاچی کا مزاج شاید اچھا نہیں تھا آج ان کے جوشیلے انداز پر وہ مسکرادی۔

"ساری فکر‘ ساری پریشانی تو مجھے ہے‘ پتا ہی نہیں چلتا کب دن ہوا کب رات ہوئی۔ چین و سکون غارت ہو گیا ہے میرا‘ فون پر آواز اس قدر کمزور آ رہی تھی نہ جانے وہاں کھانا کیسا ملتا ہوگا۔ ملتا بھی ہوگا کہ نہیں۔" ان کی بات پر چاچا ہنسنے لگے۔

"ہاں بھئی تم تو ہنستے رہو‘ دیکھا ملالہ! کہاں ہے ان کو فکر‘ نہ جانے میرا لال کس حال میں ہوگا۔" وہ پھر سے خفا ہونے لگیں۔

"ارے نیک بختے‘ وہ آرمی کا افسر ہے اب اسے کوئی چھوٹا بچہ نہ سمجھ۔ ٹھیک ہے آرمی کی شروعات کی ٹریننگ بے حد مشکل اور کٹھن ہوتی ہے مگر پھر بھی یہ سب ضروری ہوتا ہے کسی بھی آرمی آفیسر کو ضبط‘ صبر اور فیصلے کی طاقت بخشنے کے لیے۔ اتنی سختیوں کے بعد جب وہ وہاں سے نکلتا ہے تو ایک مکمل اور جانباز سپاہی ہوتا ہے۔" چاچا رسانیت سے اسے سمجھانے لگے۔

"تمہیں پتا ہے‘ مغلیہ سلطنت ہندوستان میں مسلمانوں کی عظیم الشان اور ناقابل شکست سلطنت رہی‘ کیوں؟" انہوں نے جیسے ان دونوں سے سوال کیا۔

"کیوں چاچا؟" ملالہ نے تجسس سے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ اپنے شہزادوں کو بھی عام سپاہیوں کی طرح ہی مشقت اور محنت سے وہ تمام گر سکھاتے جو کسی بھی اچھے سپاہی میں ہوں۔ انہیں عام آسائشوں کے استعمال کی اس طرح اجازت نہ تھی‘ جس طرح ایک منجھے

ہوئے سپاہی کو ہوتی۔ تمام تر عزت اور وقار کے ساتھ شہزادوں کا سپاہیوں کے ساتھ تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جاتا تاکہ وہ اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ تمام سپاہیوں کی اہمیت سے بھی واقف ہوں۔" ان کی بات پر دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل اسی طرح پاک آرمی کا شمار دنیا کی مضبوط ترین افواج میں ہوتا ہے اور اس کی وجہ بھی ان کی مشکل ترین تربیت اور کٹھن سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے۔ ان کی جسمانی طاقت کو ابھارنے کے ساتھ ساتھ ان میں اخلاقی اقدار اور مضبوط کردار کی افزائش ہے۔"

"واہ چاچا جی! واقعی آپ کی بات سچ ہے تبھی تو پاکستان میں یا ہمارے ملک سے باہر کسی بھی ناگہانی صورت جیسے سیلاب' زلزلہ وغیرہ میں آرمی کے جوان پیش پیش ہوتے ہیں۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار اپنی زندگیوں کی پروا کیے بغیر تمام لوگوں کے کام آتے ہیں۔" ملالہ کے دل میں فخر سا ابھرنے لگا۔

"ہاں تبھی تو پاک آرمی کی جرأت اور ثابت قدمی نے دنیا کو انگشت بدنداں کر رکھا ہے۔ تھر کی بھوک سے نبرد آزما' سرحد یا پنجاب کے سیلاب ہوں تو پاک آرمی سرگرم اور بلوچستان کی اندرونی خلفشار' سب جگہ آرمی بے حد ثابت قدمی سے ڈٹی رہیں اور پھر آج کل جو دہشت گردی کا معرکہ اسے سر کرنا پڑ رہا ہے اس کے لیے تو پورا پاکستان مل کر بھی ان کو سلام پیش کرے تو ان کی جرأت اور بہادری کے سامنے وہ بھی کم ہے۔" انہوں نے جوش سے کہتے اپنی نم ہوتی آنکھوں کے گوشے صاف کیے۔

"تو اب تم لوگ خود فیصلہ کرو' میں عمارب کے فیصلے سے خوش ہوں یا خفا۔ اگر میرا بیٹا کچھ دن سختیاں برداشت کرنے کے بعد مزید مضبوط ہوجائے تو مجھے اور کیا چاہیے۔" انہوں نے طمانیت سے کہتے ہوئے دوبارہ تکیے سے ٹیک لگالی' ملالہ بھی مسکرادی۔

❀......❀......❀

گرمی بھی انتہا پر تھی ایسے میں نہر کنارے ٹھنڈے پانی میں پاؤں مارتے آم اور انار کی گلابی چھاؤں تلے بیٹھ کر ڈائجسٹ پڑھنا تاباں اور ملالہ دونوں کا مشغلہ تھا۔ اس وقت بھی دوپہر کے وقت وہ دونوں وہاں بیٹھیں مطالعہ میں مصروف تھیں جب سب لوگ ستانے لیٹے تھے زمیں چونکہ ان کی اپنی تھیں تو کوئی خوف نہ تھا کیونکہ ان کے ذاتی مزارع ان کے آس پاس ہی تھے اور ان کے ساتھ ان کی خاندانی برادری تھی' سو بے فکر نہر کے کنارے درختوں کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں میں انہیں بے حد سکون ملتا تھا۔

"چلو جی' مجھے تو نیند آنے لگی ہے۔" سہ پہر ہونے لگی تھی' جب تاباں کی اچانک آواز پر وہ چونکی۔ ایک پل اسے دیکھا پھر سے کتاب میں گم ہوگئی۔

"تم بھی چلو' ذرا لیٹ جانا۔" تاباں نے اٹھتے ہوئے اسے بھی کہا۔

"اوں ہوں......" اس نے قطعی طور پر صرف سر ہلا کر انکار کیا۔

"اچھا' چلو میں چلتی ہوں' رب راکھا۔" کہہ کر وہ کھیتوں کے درمیان بنی پگڈنڈی پر چل دی۔

ملالہ یونہی کتاب میں کھوئی رہی' وہ ایسی ہی دیوانی تھی کتاب کی۔ ہر وقت بس کتابوں میں کھوئی رہتی اور جب کتاب ہاتھ میں ہوتی تو اردگرد سے بے نیاز ہوجاتی۔ اس وقت بھی وہ اپنے پسندیدہ ایکٹر کا انٹرویو پڑھ رہی تھی اور حسب عادت اردگرد سے بے نیاز تھی۔

"اوئے......" کوئی بے حد اچانک چیخا تھا اور ملالہ اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ بُری طرح اچھلی۔ کتاب پیچھے کہیں جا گری اور وہ خود آگے کی سمت نہر میں گرنے لگی تھی کہ کسی مضبوط گرفت نے اس کی نازک سی کلائی تھام کر اسے پیچھے کی طرف کھینچ کر آہستہ سے نرم نرم سی گھاس پر بٹھا دیا' وہ ہراس سے آنکھیں بند کیے بیٹھی اپنی سانس بحال کرتی رہی۔

"اب آنکھیں کھول بھی دو جنگلی بلی!" مسکراتی آواز پر اس نے جھٹ سے دونوں آنکھیں کھولیں۔ اسے سامنے ہی وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا' دونوں گھٹنوں پر ہاتھ

جمائے اپنی طرف مسکراتے ہوئے تکتا عتارب نظر آیا۔ ملالہ نے پلکیں پٹپٹائیں اُسے یہ اپنا وہم لگا۔

"کیا ہوا؟" اسے یوں حیران پریشان دیکھ کر عتارب بھی ڈر گیا۔

"تم عتارب ہی ہو؟" وہ بغور اس کے قدرے کمزور وجود اور سانولی سی رنگت کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار! مانا کہ بے حد کمزور ہو گیا ہوں مگر یہ بھی نہیں کہ تم مجھے پہچان نہ سکو۔" وہ خفا انداز میں کہتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"نہیں، یہ بات نہیں اتنے دن بعد یوں اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر یقین ہی نہیں آیا۔" اس کے لہجے میں اطمینان در آیا، وہ گھاس سے کھیلنے لگی۔

"میرا یقین کھونے تو نہیں لگی تم ذرا سی جدائی پر۔" وہ شریر ہوا، ملالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم جتنا بھی دور چلے جاؤ، میرا یقین نہیں ٹوٹنے والا۔" وہ بھی مسکرائی۔

"اتنا اعتماد ہے مجھ پر۔" وہ ذرا آگے کو جھکا۔

"اس سے بھی کہیں زیادہ، تمہاری سوچ بھی وہاں تک نہیں جا سکتی۔" وہ گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہاتھ کی ہتھیلی پر چہرہ جماتے ہوئے بولی۔

"بہت خوش قسمت ہوں نہ میں۔" اس بار عتارب مسکرایا تھا، ملالہ کو اس کا یوں مسکرانا بے حد اچھا لگا۔

"ہاں اگر اس بات کو سمجھ سکو تو۔" وہ اترائی۔

"جی شہزادی صاحبہ! میں سمجھتا ہوں تبھی تو گھر آتے ہی ایک پل بھی آرام نہیں کیا، تاباں نے بتایا کہ تم نہر پر بیٹھی رسالہ پڑھنے میں مصروف ہو تو بھاگم بھاگ یہاں آ پہنچا۔" اس کی بات پر وہ نظریں جھکا گئی۔

"لیکن سچ بتاؤں عتارب! نہ جانے کیوں جب سے تم نے آرمی جوائن کی ہے، ہر وقت دھڑکا سا لگا رہتا ہے، دل میں خوف سا جاگتا ہے کہ اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو نہ جائے۔" نظریں جھکائے اس نے اپنے اندر کا خوف بھی عتارب پر ظاہر کر دیا۔

"صرف تمہارا او ہم ہے ورنہ وہ لوگ بھی تو فیملیز رکھتے ہیں، سب کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اب شہادت اور بُرے حالات کے ڈر سے ہم مرد گھروں میں دبک جائیں، ایسا نہیں ہوتا یار!" وہ چڑ گیا۔

"پتا ہے کتنے لوگ ہیں جو اپلائی کرتے ہیں مگر ان کی قسمت ساتھ نہیں دیتی، کسی نہ کسی خرابی یا کمی کی سے ری جیکٹ ہو جاتے ہیں۔ میں تو خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ موقع ملا کہ کسی نہ کسی طرح ملک و قوم کے کام آ سکوں۔"

"زندگی تو فانی ہے ملالہ! اگر اچھے مقصد کے لیے استعمال میں آ گئی اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے طور پر موت کو گلے لگا لیا تو بھلا اس سے بڑھ کر کیا کامیابی۔"

"اچھا چھوڑو اس لیکچر کو یہ بتاؤ کتنے دن تک ہو اب؟" وہ بوجھل لہجے میں بولی، عتارب مسکرا دیا۔

"اگلے ماہ کی پندرہ تک، دیکھو پھر کیا ہوتا ہے؟" اس نے بھی اس بار کوئی اور بات کرنے سے گریز کیا تھا، ملالہ سر ہلا گئی۔

❁......❁......❁

"گرمی کتنی بڑھ گئی ہے نا اماں۔" کھلے آسمان کے نیچے چارپائی بچھائے وہ اور اماں ساتھ ساتھ ہی لیٹے تھے تارے گنتے تھکی تو اماں کو پکار لیا۔

دھیرے دھیرے نیند کی وادیوں میں اترتی اماں بس "ہوں" کر کے کروٹ بدل گئیں۔

"اماں......" اس نے اماں کا بازو کھینچا۔

"کیا ہے ملالہ؟" اماں نے فوراً کروٹ دوبارہ بدل لی۔

"میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔"

"مجھے نیند آ رہی ہے، صبح کر لینا۔"

"ابھی رات ہے نا اماں! دن میں پھر کہاں یاد رہتی ہے۔" ملالہ اداس ہوئی۔

"اچھا، جلدی بتا۔" اماں راضی ہو گئیں۔

"کیا تمہارے دور میں اتنی ہی گرمی ہوتی تھی اماں؟"

اس نے سوال کیا۔

"ہوتی تو تھی مگر احساس نہ ہوتا تھا۔" اماں نیند میں ڈوبی آواز میں بولیں۔

"درختوں کے نیچے مل بیٹھ کر سلائی کڑھائی کرتے' دوسرے کام نبٹا لیتے اور......" وہ اونگھنے لگیں۔

"اور ایک دوسرے کی جی بھر کے غیبت کرتے۔" ان کو خاموش ہوتا دیکھ کر ملالہ نے شرارت کی۔

"آئے ہائے......" اماں فوراً بیدار ہوئیں' ملالہ کھل کے مسکرا دی۔

"ہم کیوں کرتے غیبت' ارے کام تھوڑے ہوتے تھے۔ ایک پل کی بھی فرصت نہ ہوتی تھی' صبح فجر کی نماز سے پہلے جاگتے اور شام ڈھلتے ہی جب بستر پکڑتے تو صبح ہی پھر آنکھ کھلتی۔"

"اتنا کون سا کام ہوتا تھا اماں! جو سارا دن بس کام میں ہی گزر جاتا۔" وہ جی بھر کے حیران ہوئی۔

"لو بھلا' تھوڑے کام ہوتے تھے' صبح اٹھ کر نماز پڑھتے پھر بزرگوں کی پہلی چائے تیار کرتے۔ سب کو چائے دے کر مال مویشی کی خدمت میں لگ جاتے' انہیں کھلاتے' پلاتے' دودھ دھوتے' پھر ان کو چرواہوں کے حوالے کرکے جلدی جلدی ناشتا بناتے۔" اماں تیزی سے بولتے بولتے تھکیں تو ذرا دیر ستانے لگیں۔ "پھر سارے گھر کی جھاڑو لگاتے' کچے فرش پر گیلی مٹی کا لیپ دیتے' جسم درد کرنے لگتا تو ذرا دیر ستا لیتے۔"

"گھنٹہ دو گھنٹہ۔" ملالہ نے پھر لقمہ دیا۔

"نہ بھئی بس ذرا کی ذرا۔" اماں نے فوراً تردید کی۔

"اس کے بعد دوپہر کے کھانے کی تیاری اور ساتھ میں پانی بھی بھرتے' اس وقت پانی کنویں سے لانا پڑتا تھا۔" ملالہ مزید حیران ہوئی۔ "پھر تنور پر روٹی ڈالنے سے ذرا پہلے کچھ کپڑے دھوتے اور پھر ساری ہم جولیاں مل کر کسی ایک گھر ایک ہی تنور پر باری باری روٹی بھی ڈالتیں اور باتیں بھی کرتیں۔ دوپہر میں جب سب بزرگ ذرا دیر کے لیے آنکھ موند لیتے ہم لوگ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے بیٹھ کر سلائی کڑھائی کا کام نبٹا لیتے اور خوب گپ شپ بھی لگاتے۔ حق ہا' کیا دن تھے وہ بھی۔" اماں پرانی یادیں تازہ کرتے کرتے پوری طرح بیدار ہوچکی تھیں۔

"قسم سے سارا دن محنت مشقت میں گزر جاتا اور رات پرسکون نیند میں۔ اللہ کی یاد بھی ساتھ رہتی' ریا اور ملاوٹ سے پاک زندگی تھی۔ چھوٹے موٹے جھگڑے ہوتے مگر فوراً ایک دوسرے کو منا بھی لیتے اور کبھی بھی منافقت دل میں نہ رکھتے تھے۔" ملالہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں مگر وہ اماں کو سننا چاہتی تھی تبھی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کتنا مزہ آتا ہوگا نہ اماں۔"

"ہاں بیٹا! بچپن تھا سادہ اور کیا سادہ زندگی تھی۔ آج کل کے بچوں کا بھی کیا نصیب ہر وقت خوف کا سایہ سا لگا رہتا ہے نہ ماں باپ کو چین' نہ بچوں کو کھیلنے کی آزادی' ہر وقت بس دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔" اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ہاں اماں! واقعی اور پھر آج کل جو دہشت گردی اور اغواء کاری کا رجحان بڑھا ہے نہ زمانے میں' اس نے تو نئی نسل سے ساری خوشیاں چھین لی ہیں۔" ملالہ بھی اداس ہوئی۔

"مگر بیٹا! ایک بات یہ بھی ہے کہ ہماری نوجوان نسل اللہ سے بہت دور ہوگئی ہے' اب تم خود کو ہی دیکھ لو سارا دن یا ڈائجسٹ یا پھر موبائل۔ بس جلدی جلدی فرض نماز ادا کی اور پھر یہی شیطانی کام۔"

"اماں اب اس میں سارا شیطانی کام بھی نہیں ہوتا۔"

"میں مانتی ہوں بیٹا کہ یہ سب بھی اچھی چیزیں ہیں' آج کل کی زندگی کی بنیادی ضرورت ہیں مگر ان کو بس اتنی ہی اہمیت دو جو دنیا کی ہے۔ دین پر برتری دینے کا یہی نتیجہ نکلے گا' ہم نے دین کو وقت گزاری اور بس اللہ کا فرض چکانا سمجھ رکھا ہے اس کے مقصد حیات اور اصل کو بھلا دیا ہے یہ ہماری پہلی ترجیح نہیں رہا دوسری ہوگیا' بس امن ختم' زوال شروع۔" اماں کی بات میں کس قدر سچ تھا ملالہ کو سچ

میں شرمندگی محسوس ہوئی۔

"میں کل سے پورے دل سے اللہ کی فرماں بردار بنوں گی اماں۔"

"شاباش میری بچی! اللہ سب مسلمانوں کو بھی ہدایت دے۔"

"آمین۔" اس نے بھی صدق دل سے دعا دی۔

❀......❀......❀

رمضان کی برکتیں شروع ہوتے ہی زندگی میں جیسے بہار سی آگئی تھی۔ فضا میں ہر دم ایک عجیب سا نور طاری رہنے لگا تھا' ہر دل میں اپنے ربّ کی محبت اور اس کی رضا اور خوش نودی کی تڑپ جاگ اٹھی تھی' اتنی سخت گرمی کے باوجود لوگ پرعزم تھے اور سحری و افطاری کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہے تھے۔

آج چھٹا روزہ تھا اور اللہ کا کرم خوب برسا تھا' صبح سے شروع ہونے والی ہلکی ہلکی بوندا باندی نے دوپہر تک موسلا دھار بارش کی شکل اختیار کرلی تھی جس کی وجہ سے موسم بے حد خوش گوار ہوگیا تھا۔ گرمی اور حبس ایک دم سے ختم ہوگئے تھے۔

آج تاباں اور عتارب' ملالہ کے گھر ہی تھے تیز بارش کی وجہ سے ان کو افطاری تک یہیں رکنا پڑا۔ ملالہ بے حد خوش تھی ہر اکلوتے بچے کی طرح اپنے دوستوں کا ساتھ پاکر کہ اکلوتے بچوں کو ہر خواہش تھما دو پھر بھی کسی دوست' کسی راز دار' بہن بھائی کی کمی انہیں کسک دیتی رہتی ہے۔ یہی کچھ اکثر ملالہ کے ساتھ ہوتا تھا' اسے بھی اپنی تنہائی کھلتی تھی' تاباں کو جب اپنے بھائی کے ساتھ شرارت کرتے دیکھتی تو دل ہی دل میں رشک کرتی' تمنا کرتی کہ اس کا بھی کوئی بھائی ہوتا یا بہن ہی ہوتی۔

آج اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا' تاباں اور اس نے مل کر بہت دل سے افطار بنائی تھی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اور تاباں ٹھنڈی رات کا مزہ لینے چھت پر چلے آئے' عتارب بھی ان کے پیچھے آگیا۔

"سچ سچ بتاؤ' کھانا کس نے پکایا تھا؟" کھری چارپائی پر ہی جمپ لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"ملالہ نے۔" تاباں نے فوراً جواب دیا۔

"خیر تم نے بھی کافی مدد کی میری۔" وہ خوامخواہ شرمندہ ہوگئی۔

"ہاں بس پیاز' ٹماٹر کاٹ کردیئے اور بس تھوڑا سا مصالحہ پیس دیا مگر کھانا تو سب تم نے ہی پکایا۔" تاباں صاف گو تھی۔

"شکر ہے یار کہ آج مجھے تمہاری یہ خوبی پتا چل گئی ورنہ میں تو تمہیں کافی پھوہڑ سمجھتا تھا اور اسی لیے اماں......" اس نے تاباں کو شرارت سے دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کیا......؟" ملالہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

"ہاں یار! بھائی کا خیال تھا کہ تم بس سارا دن اِدھر اُدھر مکھیاں مارتی رہتی ہو۔"

"ہونہہ......" ملالہ منہ بنا گئی۔

"ان کو لگا کہ تمہیں گھر گرہستی کا کوئی شوق نہیں تبھی تم شاید ہی گھر سنبھال سکو سو بھائی نے اماں سے کہا کہ ایک بار پھر اس رشتے کے متعلق سوچ لیں۔" اس کی بات پر ملالہ اچھل پڑی۔

"یہ تم نے کہا چاچی سے؟" اسے جیسے یقین ہی نہ تھا۔

"ہاں مگر مجال ہے کہ اماں تمہارے بارے میں ایک لفظ بھی سن لیں' فوراً دو چپل رسید کردیں مجھے۔" اس نے بُرا منہ بنایا' ملالہ کی ہنسی نکل گئی۔

"آئندہ ایسی کوشش بھی مت کرنا ورنہ میں خود تمہیں رد کردوں گی اور تم جانتے ہو کہ میری بات کوئی بھی نہیں ٹالتا نہ ماں بابا' نہ چاچا چاچی۔" اس نے دھمکی دی۔

"میری توبہ......!" عتارب نے فوراً کان پڑے تاباں ہنس دی۔

"ملالہ! ٹی وی دیکھو کیا قیامت ٹوٹی ہے؟" تبھی ساتھ والی چھت سے ان کی دوست عمارہ نے پکارا اور دوبارہ سے نیچے دوڑ گئی۔ عتارب ان دونوں سے پہلے کود کر نیچے کی طرف بھاگا تھا۔

ٹی وی پر بریکنگ نیوز آ رہی تھیں رمضان کے بابرکت مہینے میں بھی دہشت گردوں نے اپنی مذموم حرکتیں نہ چھوڑی تھیں۔ پولیس کی ایک کالونی پر خودکش حملہ ہوا تھا' آدھی سے زیادہ کالونی مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھی۔ حملہ دن میں ہوا تھا مگر کیوں کہ انہوں نے ٹی وی نہیں دیکھا تھا تو خبروں سے بھی محروم رہے تھے' اس وقت بھی بار بار پرانے اور کچھ تازہ مناظر اسکرین پر دکھائے جا رہے تھے۔ لاشوں اور زخمیوں کو اسپتال منتقل کیا جا رہا تھا' ملبے میں ابھی بھی تلاش کا کام جاری تھا۔

"میرے بچوں کو اس دفعہ عید کے کپڑے ضرور چاہیے تھے' میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس بار ضرور دلواؤں گا مگر پریشان تھا کہ پانچ بچوں کے لیے ہر چیز کا بندوبست کیسے کروں گا اور انہوں نے خود ہی میری مشکل آسان کر دی۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے' عید منائے بغیر ہی......" وہ سپاہی رو رہا تھا۔ ایک چینل اس کی بات سنتا تو اس کے بعد دوسرے چینل کے لوگ اس کی جانب بڑھ جاتے۔ لوگوں کو یہ سمجھ کیوں نہیں آتی جب صدمے دل پر گزریں تو زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ لفظ ختم ہو جاتے ہیں اور قوت گویائی شل...... کیوں پھر لوگ سوال کرتے ہیں' بار بار ان زخمیوں کے زخم کریدتے ہیں کیوں مجبور کرتے ہیں کہ وہ چپ نہ ہو' صبر نہ کرے' چیخے' روئے' کرلائے اور بلبلائے تاکہ خبر بنے...... ایک چینل کو دوسرے چینل پر سبقت مل جائے' کیا یہ انسانیت ہے؟ وہ رو رہا تھا' درد چھپا رہا تھا مگر چینل والے تھے کہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہ تھے۔

"بند کرو یہ سب......" ملالہ کے ضبط کا پیمانہ چھلکا تو اس نے آگے بڑھ کر ٹی وی کا تار کھینچ لیا۔

"اتنا ظلم اور پھر اتنی بے حسی......" وہ گھٹنوں میں سر دیئے بلک اٹھی۔ بابا' ماں' تاباں سبھی رو رہے تھے' عتارب جیسے مضبوط مرد کی آنکھیں خود بھیگنے لگی تھیں۔ وہ بھلا اس کو کیا خاموش کرواتے' سب اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے آنسو بہاتے رہے۔

❁......❁......❁

ہنستی کھیلتی ملالہ بالکل چپ سی ہو گئی تھی' نہ ڈھنگ سے کھانا کھاتی نہ صحیح سے بات کرتی۔ بس سارا دن کمرے میں لیٹی چھت کو گھورتی رہتی۔ تاباں اور عتارب کا مزید وقت اس کے ساتھ کٹنے لگا مگر اسے اب کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ آج بھی عتارب اس کے لیے جوس لے کر آیا تو وہ نیچے نہ تھی۔

"چھت پر ہے بیٹا! یا تو اسے دیکھ کر لگتا ہے کہیں کوئی آسیب......"

"تسلی رکھیں وہ دلبرداشتہ ہو گئی ہے۔" عتارب کو ان کے اندازے پر افسوس سا ہوا۔

"جوں جوں وقت گزرے گا نارمل ہوتی جائے گی۔ آپ یہ جوس رکھیں میں دیکھ کر آتا ہوں۔" وہ جوس ان کو پکڑاتا اوپر آ گیا۔

برآمدے میں کرسی بچھائے وہ نہ جانے آسمانوں میں کیا تلاش رہی تھی۔ عتارب چارپائی کھینچ کر اس کے پاس آ بیٹھا۔

"ملالہ......" بھاری آواز پر اس نے چونک کر عتارب کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تمہیں ایسا تو نہیں سمجھتا تھا' تم تو بہت ڈرپوک نکلی یار!"

"تو چاچی سے کہہ دو کہ دوبارہ اس رشتے پر نظر ڈال لیں۔" سرد سی آواز' عتارب حیران رہ گیا۔

"کہہ دیتا' مگر پتا ہے کہ جتنی تم مجھے عزیز ہو اس سے کہیں زیادہ ان کو۔" وہ بمشکل مسکرایا وہ مسکرا نہ سکی۔

"ملالہ! زندگی بہت عجیب چیز ہے' ہر روز نیا کچھ سامنے لاتی ہے۔"

"یہ اب اتنا بھی نیا نہیں رہا عتارب!" وہ دکھی تھی۔

"یہی میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ امتحان ہے' آزمائش ہے۔ آزمائش چھوٹی ہو بڑی کٹھن ہی ہوتی ہے اور کامیاب وہی ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہیں۔"

"اتنے سارے لوگوں کا ایک ساتھ مر جانا تمہیں کیا

لگتا ہے قدرت کی طرف سے ہے؟"

"کم آن ملالہ! ہر چیز اللہ کی کُن کی محتاج ہے۔"

"تو وہ ایسے ماردیتا' دھماکے میں کیوں؟"

"آٹھ اکتوبر 2005 کا زلزلہ بھول گئی ہو کیا؟" اور وہ بُری طرح چونکی تھی۔

"پاکستان اللہ اور دین اسلام کے نام پر بنا ہے مگر بدقسمتی سے پاکستانی عوام کو مغربی اور لادینی خواہشات کے زیر اثر لاکر اس راہ سے ہٹایا جارہا ہے جو پاکستان کا اصل تھی۔ میرا یقین کرو اللہ اپنے پیاروں کو ہی آزماتا ہے اور ہم بھی ان شاء اللہ اس آزمائش میں پورا اتر کر دکھائیں گے۔اس نے نرمی سے ملالہ کا ہاتھ تھاما' وہ یونہی ساکت اور بے حس سی رہی۔

"ابھی شاید ہم نے بہت کم سہا ہے ملالہ! ابھی شاید بہت زیادہ باقی ہے۔ بہت کچھ ابھی سہنا پڑ جائے مگر یہ بات اہم ہے کہ یہ سب صرف آرمی کی ذمہ داری نہیں' اصل کامیابی تب ہی ملے گی جب عوام کی آنکھیں کھلیں گی۔ یوں رولینا یا صدمے سے بے حال ہوجانا اور دکھ مناتے رہنا کوئی بات نہیں بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں کس قدر شعور ہے۔ ہم اپنے اردگرد سے کتنے باخبر ہیں' خود پر ہمیں کتنا بھروسہ ہے۔" وہ ذرا دیر رکا۔

"یقین کرو ملالہ! 1965ء کی جنگ ہم کبھی نہ جیت پاتے اگر پاک افواج کے ساتھ عوام کا بے لگام اور جنون خیز جذبہ نہ ہوتا۔"

"ہم اب بھی پاک افواج کے ساتھ ہیں عتارب!" وہ اداسی سے بولی۔

"نہیں' ابھی نہیں ملالہ کیونکہ جو لوگ اس وقت پاک افواج کے ساتھ تھے ان کے لیے کچھ بھی اہم نہ تھا سوائے پاکستان کے۔ وہ اپنے وطن کے لیے جان' مال' عزت حتیٰ کہ بیٹے تک وارنے کے لیے تیار تھے مگر آج تم میں یہ حوصلہ نہیں ہے ملالہ! تم تو صرف میرے آرمی جوائن کرنے سے خائف ہو اور اب تو مجھے یقین ہوگیا ہے کہ کل کلاں اگر میں کسی ایسے امتحان میں کامیاب

نظم

زندگی خوشیوں کی آماجگاہ تھی\
ہر طرف سکون اور پیار تھا\
لیکن پھر جانے کیا ہوا\
کہ اک آندھی آئی\
اور سب کچھ دھندلا گیا\
کہ میری قسمت کا ستارا\
آسمان پر کہیں کھو گیا\
آندھی چھٹ گئی لیکن\
میرے مقدر کے ستارے کو\
اپنی آغوش میں لے گئی\
میں اپنی ویران آنکھوں سے\
آسماں کو تک رہی ہوں\
ہر سو ستارے ہی ستارے ہیں\
ٹمٹماتے' جگمگاتے ہوئے\
پھر مجھے سکون کیوں نہیں ملتا\
آسمان بھی وہی ہے\
میں بھی وہی ہوں\
لیکن میرا ستارا جانے کہاں\
کھو گیا

انیلا سخاوت..... میانوالی

ہوگیا تو تم تو جیتے جی مرجاؤ گی۔" وہ خفا تھا' ملالہ کو واقعی شرمندگی گھیرنے لگی۔

"میری طاقت بنو ملالہ! میری کمزوری نہ بنو' عید کے تیسرے دن ہی مجھے حاضری دینی ہے۔ میں ایسی حالت میں تمہیں چھوڑ کے نہیں جاسکوں گا' پلیز میری جرأت بن جاؤ۔" اس نے ملالہ کے ہاتھ پر اپنا دباؤ بڑھایا' وہ خاموش رہی۔ عتارب کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر واپس مڑ گیا' ملالہ وہیں بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

❁......❁......❁

سارے گاؤں میں شور مچا ہوا تھا' روزہ افطاری سے کچھ دیر پہلے ہی پٹاخے چلنا شروع ہوگئے تھے۔ بچوں نے گلیوں میں اُدھم مچا رکھا تھا' قوی امید تھی کہ آج چاند نظر

آ جاتا' لوگ بے قراری سے چھتوں پر کھڑے چاند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے قرار تھے۔

ان کی افطاری آج چاچا کے گھر تھی' سو وہ آج سارا دن وہیں رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ سب چھت پر موجود چاند کا انتظار کر رہے تھے۔ تاباں اور عتارب ہمیشہ کی طرح بے قرار تھے مگر ملالہ چپ سی کھڑی تھی۔

"عتارب مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" وہ بے قراری سی ان کے قریب آئی جو باری باری ایک دوسرے کو وہ چاند...... وہ چاند کہہ کر چڑا رہے تھے۔

"ارے مجھے تو اماں نے کام بتایا تھا' میں ابھی آئی۔" تاباں نے فوراً اجازت لی اور یہ جا وہ جا۔ ملالہ انگلیاں چٹخانے لگی۔

"بتاؤ۔" عتارب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"نہیں پہلے تم وعدہ کرو کہ میری بات کا یقین کرو گے' میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔" وہ خوف زدہ تھی' عتارب مسکرا دیا۔

"کبھی بھی نہیں یار' تم کہو۔"

"میں چاہتی ہوں عتارب کہ تم بخوشی آرمی میں جاؤ' اللہ کے حکم کے مطابق سب ہتھیار آزماؤ۔ اپنے سب ہنر آزماؤ اور قیامت بن کر ان فاسقوں پر برس پڑو' بتاؤ عتارب کیا تم ایسا کرو گے؟" اس نے سوال کیا۔

"اور اگر اس مقصد میں میری کوئی ٹانگ' آنکھ' بازو کام آ گئے تو......؟" وہ شریر ہوا۔

"تم جس حال میں لوٹو گے مجھے خود پر فخر کرتا پاؤ گے۔"

"ملالہ...... تم نے تو عید سے پہلے میری عید کر دی یار!" اس نے ماتھے پر آئی لٹ کو پکڑ کے کھینچا' ملالہ شرما گئی۔

"وہ رہا چاند!" کوئی چیخا تھا اور فضا پٹاخوں کے شور سے گونج اٹھی۔

"چاند نظر آ گیا۔" ملالہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"جی اور دیکھو تو میری خوش قسمتی میرے ساتھ چاند بھی

گنگنا دیا۔" عتارب نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو ملال کھل کے مسکرا دی۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا ملالہ! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کا صبر اور ثابت قدمی ہی ہے کہ کسی بھی قوم نے آج تک اس قوم پر فتح نہیں پائی۔" وہ مسکرا دی۔ اس کا یقین واپس لوٹا تھ تو سب کچھ بامعنی لگنے لگا تھا پھر اس نے سنا چاند واقعی گنگنا دیا تھا۔

فقط آب رواں سے کب وطن سیراب ہوتا ہے
گلوں کے خون سے بھی آب یاری کرنی پڑتی ہے

اور میرے معزز قارئین! آپ جانتے ہو نا کہ واقعی آگے چل کر اس سرزمین سرحد نے کتنی قربانیاں مزید دیں' کتنے جوان شہادت کے سفر پر رواں ہوئے' کتنی ماؤں کی گود اجڑی اور کتنی ہی بہنوں کی سہاگ کے دوپٹے خاک ہوئے۔

درہ کی مسجد کا دھماکا' آرمی پبلک اسکول کا اندوہناک حادثہ' حیات آباد کی مسجد کا واقعہ' امام بارگاہوں کے حادثات یہ سب قیامت خیز تھے لیکن پختون عوام ثابت قدم رہی جرأت و بہادری سے مقابلہ کیا' تعلیم کے لیے مزید آگے آگئے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔

ان کے لیے عیدیں اللہ کی طرف سے روزہ کا انعا ہیں' سو بڑی جرأت سے اپنے سارے غم بھلائے ہر سال وصول لیتے ہیں۔ اس عید پر چھوٹا سا خراج عقیدت تمام شہ ان کے خاندان اور بہادر قوم کے لیے۔ امید ہے کہ ا سب کے عظیم درجات کے لیے اس عید پر آپ بھی میرے ساتھ دعا گو ہوں گے' جزاک اللہ بخیر۔